اب مسیلمہ کذاب کے پاس قریباً چالیس ہزار سپاہی جمع ہو گئے تھے۔ یہودی اور عیسائی قبائل بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

ارتداد کا یہ فتنہ اس قدر شدید تھا کہ اگر اس کا فوراً استیصال وانسداد نہ کیا جاتا تو نہ صرف اسلامی حکومت کی بنیادوں کے منہدم ہونے کا شدید خطرہ تھا بلکہ دین حنیف کے اثرات اور پھیلاؤ میں کمی کا بھی سخت خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ اول جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے استیصال اور سرکوبی کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ چونکہ مسیلمہ کذاب یمامہ میں قیام پذیر تھا، اس لیے اس جنگ کو جنگ یمامہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی فوج میں ایک نیک نہاد خاتون ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ اثنائے جنگ میں ان کے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ بھی شریک جنگ ہو گئے تھے۔ حبیب رضی اللہ عنہ عمان سے مدینہ کی طرف آ رہے تھے۔ راستے میں جب انہیں جنگ کے بارے میں پتہ چلا تو وہ بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ دوران جنگ میں ان کے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ کسی طرح مسیلمہ کذاب کے چند سپاہیوں کے نرغے میں آ گئے۔ وہ حبیب رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئے۔ مسیلمہ نے حبیب رضی اللہ عنہ کو مرتد کرنے اور ان سے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لیے پہلے تو زبانی طور پر بڑی ترغیب دی لیکن انہوں نے مسیلمہ کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر مسیلمہ تشدد پر اتر آیا۔ چنانچہ اس نے حبیب رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تشدد کیا اور طرح طرح سے اذیتیں دیں لیکن حبیب رضی اللہ عنہ مسلسل انکار کرتے رہے۔ بالآخر اس نے حبیب کے تمام اعضاء کاٹ ڈالے، جس سے وہ شہید ہو گئے۔

ام عمارہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ کی دین پر ثابت قدمی، ان پر مسیلمہ کے ظلم وستم اور بیٹے کی دردناک شہادت کے بارے میں معلوم ہوا تو پہلے تو انہوں نے بیٹے کی دین پر ثابت قدمی اور کفر سے انکار پر اللہ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر انہوں نے قسم کھائی کہ یا تو مسیلمہ کو قتل کر کے اپنے بیٹے کا بدلہ لے لوں گی، یا پھر اس راہ میں میری بھی جان چلی جائے گی۔ یہ عزم کر کے ام عمارہ رضی اللہ

عنہا مزید جوش وخروش سے لڑنے لگتی ہیں۔ دوران جنگ میں دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے ہوئے ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اس قدر دلیری سے مقابلہ کیا کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا، اس کے علاوہ جسم پر دیگر گیارہ زخم آئے۔ اگرچہ وہ شدید زخمی ہو چکی تھیں، لیکن ان کا عزم جوان تھا اور وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہی تھیں۔ جس طرح اور بہت سے مجاہد صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ خود سپہ سالار مجاہدین خالد رضی اللہ عنہ بن ولید مسیلمہ کو قتل کرنے کے لیے تاک میں تھے اسی طرح ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی نظریں بھی مسلسل مسیلمہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ اچانک انہیں ایک طرف گھومتا ہوا مسیلمہ نظر آ ہی گیا، اس کے اردگرد بہت سے محافظ موجود تھے جو بڑے جوش سے مسیلمہ پر حملہ کرنے والے مسلمان سپاہیوں سے نبرد آزما تھے۔ مسیلمہ خود بھی اچھی طرح سے مسلح تھا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا تیزی سے ادھر بڑھیں۔ گھمسان کی جنگ، عورت ذات، بڑھاپا، شدید زخمی جسم اور دشمن کے چاروں طرف پھیلے ہوئے سپاہیوں کی مزاحمت —— ان سب کے باوجود صرف ایک ہاتھ سے تلوار چلاتی اور دشمن کے سپاہیوں کے حملوں سے بچتی ہوئیں ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے مسیلمہ کو جالیا اور وہ ایک طرف سے اس کے محافظ سپاہیوں کا گھیرا توڑ کر مسیلمہ کے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ ان کا دل مسرت سے لبریز ہو چکا تھا کہ اسلام کا دشمن اور نبوت کا جھوٹا دعویدار، ان کے بیٹے کا قاتل اب ان کے سامنے تھا۔ وہ مسیلمہ پر حملہ کے لیے آگے بڑھیں اور تلوار سے اس پر بھرپور وار کرنے ہی والی تھیں کہ ایک ساتھ دو تلواریں مسیلمہ پر پڑیں، جنہوں نے اسے کاٹ کر رکھ دیا اور وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ انہوں نے زمین پر گرے ہوئے مسیلمہ کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر کہ وہ واصل جہنم ہو چکا ہے، بہت خوش ہوئیں، وہ اس وقت پھولے نہ سما رہی تھیں۔ اس وقت وہ اس پہلو سے بالکل بے پرواہ ہو گئیں کہ مسیلمہ کی فوج کے سپاہی اردگرد تیزی سے دوڑ رہے ہیں اور کسی وقت بھی کوئی بدبخت ان کو اپنی تلوار یا نیزے وغیرہ سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ جذبہ محض بیٹے کے قاتل سے انتقام لینے کا نہ تھا بلکہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے ارتداد کے نتیجے میں ابھرا تھا۔ ترجیحی طور پر فتنہ ارتداد ہی ان کے نزدیک سبب نفرت تھا —— ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اب حملہ آوروں کی طرف نظر ڈالی تو ان میں ان کے فرزند

عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اماں جان! اس پر ایک تلوار میری پڑی ہے، دوسری وحشی (رسول اللہ ﷺ کے چچا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل، جو حیات نبوی ﷺ میں ہی مسلمان ہو گئے تھے) کی۔'' ام عمارہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر نہایت خوش ہوئیں اور جھوٹے مدعی نبوت، مسلمانوں کے بدترین دشمن اور ملعون و کاذب مسیلمہ کے خاتمے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں۔ یوں ارتداد کا یہ فتنہ ختم ہو گیا۔

۱۰ دورِ نبوی ﷺ کی ایک صالح اور غیرت مند ماں

ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ رضی اللہ عنہ کا شمار نہایت دیندار اور غیرت مند صحابیات رسول ﷺ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں ابوجہل کو واصل جہنم کرنے والے ان دونو جوان صحابیوں رضی اللہ عنہما میں سے ایک صحابی معوذ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ربیع رضی اللہ عنہا کی دینی غیرت وحمیت کا اندازہ لگانے کے لیے تاریخ کی کتاب ''اسد الغابہ'' میں بیان شدہ محض اس واقعہ کا مطالعہ کافی ہے کہ اسماء نامی ایک عورت گھروں میں جا کر عورتوں کو عطر بیچا کرتی تھی۔ وہ ایک دن ربیع رضی اللہ عنہا کے گھر بھی گئی اور جس طرح ایک دوسرے کے خاندانی و معاشرتی حالات وغیرہ دریافت کرنا عورتوں کی عادت ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہا سے حال دریافت کیا۔ بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے اپنے حالات وغیرہ بتا دیئے۔ اس عورت نے جب یہ سنا کہ یہ معوذ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں تو اس نے کہا کہ پھر تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ اس نے اس لیے ابوجہل کے لیے سردار کا لفظ بولا کیونکہ ابوجہل کو عربوں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ ربیع رضی اللہ عنہا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور انہوں نے اسے کہا: ''میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔'' وہ عورت ابوجہل کے بارے میں اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتی تھی۔ یہ بات سن کر اسماء نامی اس عطر فروش عورت کو بھی غصہ آ گیا اور اس نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تمہیں عطر فروخت کروں! جواب میں ربیع رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اور مجھ پر حرام

ہے کہ میں تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی اور عطر میں گندگی اور بدبو نہیں پائی۔"

(گندگی اور بدبو کے الفاظ انہوں نے دینی غیرت وحمیت کے پیش نظر محض اسے جلانے، تنبیہ کرنے اوراس کا جواب دینے کے لیے کہے تھے۔)

احادیث کی مستند ترین کتاب صحیح بخاری میں ربیع رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت آئی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دس محرم کو مدینہ میں اعلان کرایا کہ آج سب لوگ روزہ رکھیں۔ چنانچہ ہم لوگ اس کے بعد ہمیشہ اس دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھوایا کرتے تھے۔ جب وہ بھوک کی وجہ سے پریشان ہو کر رونے لگتے تو روئی کے گالوں کے کھلونے بنا کر بچوں کو بہلایا کرتے تھے۔ بچوں کو بہلانے کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک روزہ افطار نہ ہو جاتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الصیام، حدیث ۱۹۶۰)

یہ حال تھا دور خیر القرون کی ماؤں کا! ان میں دینی جذبہ اور محبت وشوق کی اس قدر شدت تھی کہ بعض احادیث کے مطابق مائیں رمضان المبارک میں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ انہیں کسی حال میں بھی اسلام کی تعلیمات سے روگردانی گوارا نہ تھی۔ اسی دینی جذبے اور تعلق نے ان کو دین ودنیا میں سرفراز کیا اور ان کے ذریعے سے امت کو ایسے افراد ملے جن پر غیر مسلم دنیا بھی طوعاً وکرہاً ناز کرتی ہے۔ ان کے کردار سے اسلام دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ جب سے ایسی بلند اطوار کی حامل اور صالح ماؤں کی تعداد روز روز کم ہوتی چلی گئی ہے، تب سے دنیا کفر وشرک اور غیر اسلامی اطوار ونظریات سے واقف ہوتی چلی گئی ہے۔

11 ایک مہربان ماں، جسے جنت کی خوشخبری مل گئی!

مومنوں کی ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں تشریف فرما ہیں۔ ایک مسلمان خاتون تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دو بچیاں بھی اس کے ساتھ ہیں۔ کچھ دیر وہ ام

المومنین عائشہ صدیقہ طاہرہ ومطہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس سے علم وعرفان کے موتی حاصل کرتی رہی۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں۔ کھجوریں لیکر اس مادر مہربان نے ایک ایک کھجور دونوں لڑکیوں کو دے دی اور تیسری کھجور خود کھانے لگی۔ کھجور کھانے کے لیے وہ ابھی منہ تک ہی لائی تھی کہ دونوں لڑکیوں نے اپنی ماں سے کھجور کا پھر تقاضا کیا۔ اللہ کی اس بندی نے فوراً اس کھجور کو جسے وہ کھانا چاہتی تھی، منہ سے ہٹالیا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا، جسے وہ کھانے لگیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس عورت کی اس ادا نے مجھے بہت متاثر کیا۔ جب نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو میں نے اس ممتا بھری ماں کا یہ اثر انگیز واقعہ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ یہ سن کر نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر جنت واجب کر دی ہے اور ان بچیوں (سے حسن سلوک) کی وجہ سے اسے جہنم سے آزاد کر دیا ہے (یعنی جہنم اس پر حرام کر دی ہے)'' —— (صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، حدیث ۱۴۱۸۔ کتاب الادب، حدیث ۵۹۹۵)

یہ شرف وعزت اور مرتبہ صرف مسلمان ماؤں کو ہی حاصل ہے، کہ وہ خود بھی تعلیمات وشعائر اسلام کی پابند بنیں اور اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت بھی دینی بنیادوں پر کریں اور اس کے بدلہ میں اللہ رب العزت سے جنت جیسی عظیم ترین نعمت پائیں۔ کیا مغربی تہذیب کے علمبردار خواتین کو ابدی کامیابی وکامرانی کا ایسا سرٹیفکیٹ دے سکتے ہیں جو اللہ کے آخری رسول ﷺ نے مسلمان خواتین کو عطا کیا ہے؟ بالکل نہیں! ایسا تصور بھی ممکن نہیں!

۱۲ ''اگر وہ جنت میں گئے تو......!''

جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں کہ بنونجار کی ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوتی ہیں۔ یہ صحابیہ ربیع بنت نظر رضی اللہ عنہا ہیں، جو مشہور صحابی رسول ﷺ انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی پھوپھی اور غزوۂ بدر کے اولین شہید حارثہ رضی اللہ عنہ بن سراقہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ربیع رضی اللہ عنہا کا شوہر سراقہ بن حارث (جو مسلمان نہیں ہوا تھا) ہجرت مدینہ سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا، شوہر کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ربیع رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد ربیع رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی پرورش ونگہداشت اس انداز سے کی کہ ان کو اپنے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی نیک نہاد والدہ کے تابع فرمان اور خدمتگار تھے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے وقت نوعمر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ پر جہاد کا فرض لازم نہیں آتا تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو جہاد میں شرکت کرنے کا والہانہ شوق تھا۔ چنانچہ جب غزوۂ بدر کے لیے نبی ﷺ تشریف لے گئے تو حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار آپ ﷺ کے ہمراہ شریک جہاد ہوئے۔ دوران جنگ میں حارثہ ایک حوض کے کنارے پانی پینے کی غرض سے کھڑے تھے کہ ایک مشرک نے تاک کر ان کے سینے اور گلے کے درمیان کی جگہ کا نشانہ لیکر تیر چلایا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو اپنے بیٹے کی شہادت کے بارے میں پتہ چلا تو فطری جذبات کے تحت ان کو بیٹے کی جدائی سے سخت صدمہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدۂ محترمہ کو اپنے شہید بیٹے کی اخروی زندگی کے بارے میں بڑی فکر لاحق ہے، کہ نامعلوم ان سے کیا انجام ہوا؟ جناب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے واپس مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ربیع رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں: ”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنے بیٹے حارثہ (رضی اللہ عنہ) سے کتنی زیادہ محبت تھی۔ اب وہ شہید ہو گئے ہیں۔ حارثہ میرا بڑا فرمانبردار بیٹا تھا۔ اپنے بیٹے کی جدائی کا صدمہ تو مجھے ضرور ہوا ہے لیکن میں نے آنسو نہیں بہائے۔ اگرچہ گریہ وزاری پر میرا دل بہت چاہا لیکن میں نے صبر سے کام لیا ہے۔ میری اس کیفیت پر لوگ حیران ہیں اور اس کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ میں اپنے دل کا اطمینان بھی چاہتی ہوں اور لوگوں کی حیرانگی بھی دور کرنا چاہتی

ہوں۔اس لیے آپ ﷺ میری رہنمائی فرمایئے اور مجھے بتایئے کہ ان سے کیا سلوک ہوگا؟ اگر وہ جنت کے مستحق بنے تو ظاہر ہے کہ اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہوسکتی! اس صورت میں ان کی جدائی پر میں صبر کرلوں گی اور آنسو نہیں بہاؤں گی اور اگر وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے ہیں تو پھر آپ ﷺ دیکھتے رہیئے! میں خوب رو رو کر اپنا حال کیا کرتی ہوں!'' رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ربیع رضی اللہ عنہا کو دلاسا دیا اور ان کی تالیف قلب فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے عجیب بات کہی ہے۔ وہ جنت میں ہی نہیں بلکہ جنت الفردوس (یعنی جنت کے اعلیٰ درجے) میں گئے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ سے یہ بشارت سن کر ربیع رضی اللہ عنہا نہایت خوش ہوئیں اور فرط مسرت سے بے اختیار کہنے لگیں: ''بخ بخ یا حارثہ! (یعنی اے حارثہ! شاباش، تمہارے نصیبوں کے کیا کہنے!)''۔ پھر نبی ﷺ سے عرض کرتی ہیں: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اب میں حارثہ (رضی اللہ عنہ) پر کبھی بھی نہیں روؤں گی، ان شاء اللہ!''

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث ۳۹۸۲۔ کتاب الجہاد، حدیث ۲۸۰۸)

قبل ازیں بھی متذکرہ بالا واقعہ جیسے واقعات جن میں دور خیر القرون و مابعد قریب کی خواتین اسلام کی دینی غیرت، غم و آلام و صبر و رضا، اولاد کی دینی بنیادوں پر تعلیم و تربیت اور جذبہ جہاد و شوق شہادت کے پہلو بیان کیے گئے ہیں، گزر چکے ہیں اور آئندہ بھی قارئین کے سامنے آئیں گے۔ ان سب واقعات سے واضح طور پر یہی بات سامنے آتی ہے کہ ان خواتین نے پرخلوص انداز میں کتاب و سنت کی پیروی خود بھی کی اور اپنی اولاد کو بھی تعلیمات و شعائر اسلام کو اختیار کرنے کی تلقین و نصیحت کرتی رہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کی اولاد اسی انداز میں ڈھلتی گئی۔ درحقیقت یہ سب کچھ فیضان تھا قرآن و سنت پر پرخلوص ہو کر عمل کرنے کا اور آج بھی اسی نہج پر چلنے کی ضرورت ہے۔

۱۳ ''میں نے بیٹا کھویا ہے، شرم و حیاء نہیں کھوئی!''

ام خلاد رضی اللہ عنہا نامی ایک خاتون کے بیٹے خلاد رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کے خلاف جہاد فی سبیل

اللہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ وہ غزوۂ بنی قریضہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ لڑتے لڑتے وہ ایک مکان کے قریب آئے، جو ایک یہودی کا تھا۔ اس مکان کی چھت پر کچھ یہودی عورتیں جمع تھیں۔ ان میں سے ایک عورت نے ایک بھاری پتھر خلاد کے سر پر لڑھکا دیا۔ جس سے خلاد رضی اللہ عنہ کو سر پر شدید چوٹ لگی۔ اس دماغی چوٹ کے اثر سے خلاد رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ام خلاد رضی اللہ عنہا کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ اس کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے نبی محترم ﷺ کے پاس اس حال میں تشریف لائیں کہ ان کے چہرے پر نقاب بہ دستور پڑا ہوا تھا۔ ایسے موقع پر بھی جب کہ جوان بیٹا شہید ہو چکا ہے، وہ صبر و تحمل، ثبات و استقامت، پردہ داری اور شرم و حیاء کے احساس سے لبریز تھیں —— یہ سب کچھ تعلیمات نبوی ﷺ کی اثر پذیری کا نتیجہ تھا۔ اس لیے کہ دین کے اصول فطری اور ابدی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان اصول و ضوابط پر اگر انسان چاہے تو ہر حال میں عمل ممکن ہے —— کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، نے ان سے پوچھا کہ اس قدر غم اور پریشانی کے عالم میں بھی آپ پردہ کیے ہوئے ہیں اور آپ کو پردہ داری کا اتنا شدید احساس ہے! تو اس پر ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا، وہ آب زریں سے لکھنے کے قابل ہے۔ نہایت اطمینان سے فرماتی ہیں: ”میں نے اپنا بیٹا ہی کھویا ہے، حیاء اور شرم تو نہیں کھوئی!“ ام خلاد رضی اللہ عنہا کے منہ سے یہ جواب سن کر موقع پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور عش عش کر اٹھتے ہیں۔

یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ام خلاد رضی اللہ عنہا سے دریافت کرنا حیرت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ تحسین آمیز اور رشک بھرے انداز میں انہوں نے پوچھا تھا۔

نبی ﷺ نے ام خلاد رضی اللہ عنہا کی تالیف قلب فرمائی اور ان سے فرمایا: ”ام خلاد! تمہارے بیٹے کو اللہ کے ہاں دوہرا اجر ملے گا، یہ اس لیے ہے کہ اسے اہل کتاب نے قتل (شہید) کیا ہے۔“ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ خوش خبری سن کر ام خلاد رضی اللہ عنہا فرط مسرت سے سب غم بھول گئیں۔

آج ماؤں کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کا بچہ فوت ہو جائے تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر اس ضمن میں ہر وہ حرکت کر گزرتی ہیں، جسے شریعت ناپسندیدہ اور ناجائز ٹھہراتی ہے جبکہ ادھر بیٹا شہید ہو چکا ہے، لوگ اطلاع دیتے ہیں اور بشری تقاضوں کے تحت ان کی ماں سے اظہار افسوس کرتے ہیں لیکن انہیں اس موقع پر بھی پردہ کی پابندی اور التزام کا شدید احساس اور فکر ستائے جا رہی ہے۔ یہاں یہ ہرگز نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم ان محترم خواتین اور موجودہ دور کی خواتین کے کردار اور فکر و عمل میں تقابل کر رہے ہیں، بلکہ یہ تحریر کرنے کا مطلب محض یہ ہے کہ آج کی خواتین کے سامنے سبیل اللہ پر چلنے والوں/والیوں کے آثار اور نشانات راہ واضح کر دیئے جائیں۔ تاکہ یہ بھی اسی کردار و عمل کو سامنے رکھ کر اپنا مقصود حیات اور منزل متعین کر سکیں اور پھر اہل دنیا خیر و فلاح کی برکات جلیلہ سے مستفید ہوتے چلے جائیں۔

اللہ اکبر! ایسی مثالی ماؤں کے لافانی کردار سے ہی یہ امت سربلندی و ترقی سے آشنا ہوئی تھی۔ امت مسلمہ سے یہ مقام و مرتبہ تب چھنا جب ملت اسلامیہ کے افراد کے اس دینی معیار میں مسلسل کمی آتی چلی گئی۔ اس مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے پھر سے یہی کردار دوہرانا ازبس ضروری ہے، اس لیے کہ دینی و اخروی ترقی کی معراج اور اصلی منزل کے حصول کے لیے یہی واحد سبیل ہے۔

۱۴ شدید غم و آلام پر صبر و رضا کی ایک دلنواز مثال

یہ سن ۳۸ ہجری کا واقعہ ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس خشعمیہ کے صاحبزادے محمد رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ (جو اسماء رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح سے پیدا ہوئے) مصر میں شہید کر دیئے گئے اور ان کو شہید کرنے والوں نے ان کی نعش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا ڈالا۔ جب اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ روح فرسا خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہا پر شدت غم کی بناء پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر وہ رضائے الٰہی کا خیال

کر کے انتہائی صبر وشکر کی پیکر بن گئیں، اور مصلیٰ بچھا کر نماز ونوافل وغیرہ میں مصروف ہو گئیں۔

اللہ اکبر! شدید غم وآلام کے مواقع پر صبر واستقامت کی ایسی مثالیں اہل ایمان ہی کا شیوہ ہے، جن کا اجر وثواب بھی بہت زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ جو فرد بھی آزمائش کے موقع پر جس قدر صبر اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرے گا، وہ اسی قدر زیادہ اجر وثواب اور اخروی انعامات پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انبیاء میں خود انبیاء علیہم السلام اور پھر ان کے متبعین نے ہر دور میں یہی کردار ادا کیا ہے۔ ویسے بھی یہ امر ناقابل تصور ہے کہ کوئی بھی قلب سلیم کا حامل شخص آزمائش اور غم وآلام کے مواقع پر صبر واستقامت کا مظاہرہ نہ کرے۔

۱۵ ایک مجاہد صفت ماں کا شاندار دینی کردار

یہ دور خلافت راشدہ کا واقعہ ہے۔ مدینہ منورہ کی ایک انصاریہ خاتون ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک فرزند جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے میدان جہاد میں تشریف لے جا چکے تھے۔ ان کی والدہ بہت خوش ہیں کہ ان کا بیٹا جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی سعادت اور شرف حاصل کر چکا ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے وہ فرزند شہادت وجہاد کا جذبہ لے کر مجاہدین کے ہمراہ کفار ومشرکین سے لڑنے کے لیے ہی گئے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے شہادت کا مقام لکھا جا چکا تھا لیکن ایک دوسری شکل میں۔ وہ میدان جنگ میں بیمار ہو گئے۔ ان کی علالت اتنی شدید تھی کہ ان کے لیے لڑنا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح میدان جہاد سے قریبی شہر بصرہ میں پہنچ گئے تاکہ کسی ماہر طبیب سے علاج کروا کر دوبارہ میدان جہاد کو پلٹیں۔ ان کی والدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے بیٹے کی شدید علالت اور بصرہ میں علاج کے لیے پہنچنے کی خبر مل چکی تھی۔ وہ بے تاب ہو کر مدینہ منورہ سے اپنے بیٹے کو ملنے کے لیے بصرہ کی طرف عازم سفر ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کو دونوں ماں بیٹے کا اس دنیا میں

اے میری دینی بہنو! قرآن واحادیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم میں بیان شدہ احکام اور واقعات وبیانات کو خود بھی روحانی طور پر سرشار ہو کر مزے سے مطالعہ کیجیے اور پھر ان پر ہمیں عمل بھی کرنا ہے۔ نیز دوسری خواتین وطالبات کو بھی اس طرف ترغیب اور توجہ دلائیے! یہ ہم سب کی دینی ذمہ داری ہے۔ اس طرح نہ صرف ہم عنداللہ ماجور ہوں گے بلکہ اپنی اخروی زندگی کو بھی بہتر بنا سکیں گے، ان شاء اللہ!

17 اپنی اولاد کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نصیحتیں

بیٹی گھر میں تلاوت قرآن کر رہی ہے۔ پڑھتے پڑھتے بے خیالی میں اس کے سر سے اوڑھنی اتر جاتی ہے۔ والدہ قریب ہی بیٹھی امور خانہ داری میں مصروف ہیں۔ اچانک انہوں نے بیٹی کی طرف نظر دوڑائی، تو دیکھا کہ بیٹی کے سر پر سے اوڑھنی کندھوں پر گری پڑی ہے اور بیٹی پورے انہماک سے قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف ہے، یہ دیکھ کر والدہ فوراً اٹھ کر بیٹی کے قریب آتی ہیں اور اس کے کندھوں پر سے اوڑھنی کو اٹھا کر سر پر ڈال دیتی ہیں اور فرماتی ہیں: ''بیٹی! اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھا کرتے۔'' والدہ کے منہ سے یہ کلمات سن کر بیٹی انہیں ایسے دیکھتی ہے جیسے وہ دینی رہنمائی کرنے پر ماں کی احسان مند ہے۔

یہ ماں سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ ہیں جبکہ بیٹی تاریخ میں زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔

اسی طرح یہ بھی زینب رضی اللہ عنہا کے بچپن کا ہی واقعہ ہے کہ ایک دفعہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ سے باتوں ہی باتوں میں اور ہنسی مذاق کے انداز میں لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ ان کی والدہ گرامی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں بہن بھائی کو جھگڑتے دیکھا تو انہیں قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں اور انہیں تنبیہی انداز میں ہدایت فرمائی: ''بچو! ہمیشہ یاد رکھو کہ لڑائی جھگڑا کرنے

سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے، اسی لیے آئندہ کبھی نہ لڑنا۔" مادر گرامی کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر دونوں بہن بھائی اللہ کے خوف سے کانپ اٹھے اور انہوں نے فوراً اپنی والدہ سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی بھی لڑائی جھگڑا نہیں کریں گے۔ بچوں کے یہ پاکیزہ جذبات دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت خوش ہوئیں اور انہوں نے دونوں بچوں کے منہ چوم کر انہیں سینے سے لگالیا۔

یہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ، جناب علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے بچوں کا تصور ہر وقت دینی تعلیمات کی طرف مرکوز رہتا تھا۔ تمام تاریخ دان اس امر پر متفق ہیں کہ علم و فضل کے لحاظ سے قریش کی تمام لڑکیوں میں سے کوئی لڑکی بھی زینب رضی اللہ عنہا کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔

۱۸ تربیت اولاد کے لیے فاطمہ رحمہا اللہ کی دینی فکر

فاطمہ رحمہا اللہ، شہید کربلا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی لخت جگر تھیں۔ تفقہ فی الدین کے لحاظ سے دین کا علم رکھنے والی عورتوں میں آپ ممتاز مقام کی حامل تھیں۔ ان کا شمار نہایت بلند مرتبے والی تابعہ کے طور پر ہوتا ہے۔ فاطمہ رحمہا اللہ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد حسن رحمتہ اللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے ہوا، جن سے ان کے چار بچے پیدا ہوئے۔ نکاح کو ابھی کچھ عرصہ گزرا تھا کہ حسن رحمہ اللہ کی وفات ہوگئی۔ بعد ازاں فاطمہ رحمہا اللہ کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے ہوا، جن سے ان کے دو بیٹے تھے۔ دوسرے نکاح کو چند ہی سال گزرے تھے کہ عبداللہ بھی وفات پاگئے۔ اس کے بعد انہیں کئی پیام ہائے نکاح آئے لیکن فاطمہ رحمہا اللہ نے سب کو ٹھکرا دیا اور باقی زندگی عالم بیوگی میں اشاعت و ترویج دین کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ہی گزاری۔

دوسرے شوہر کی وفات کے بعد فاطمہ رحمہا اللہ کو جو پیام نکاح آئے تھے، ان میں حاکم مدینہ عبدالرحمٰن بن ضحاک فہری کا پیام بھی شامل تھا۔ دیگر پیام ہائے نکاح کو رد کرنے کی طرح آپ نے

عبدالرحمٰن کو بھی انکار کر دیا اور جواب میں اسے کہلوایا کہ میں چونکہ اشاعت دین کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش و نگہداشت میں مصروف ہوں، اس لیے دیگر افراد کی طرح تمہاری پیشکش بھی مجھے قبول نہیں۔ اب میں عالم بیوگی میں ان مقاصد کے حصول کے لیے ہی ہمہ تن مصروف رہنا چاہتی ہوں۔ بصورت دیگر شدید اندیشہ ہے کہ میں یہ مقاصد نہ حاصل کر پاؤں۔ یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن بن ضحاک فہری نے نہ صرف شدید اصرار کیا بلکہ مختلف نوعیت کی ترغیب سے بھی کام لیا لیکن فاطمہ رحمہا اللہ اپنے موقف پر مصر رہیں۔ فاطمہ رحمہا اللہ کی طرف سے مسلسل انکار کا رویہ دیکھ کر عبدالرحمٰن نے فاطمہ رحمہا اللہ کو مختلف قسم کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں، اس کے باوجود فاطمہ رحمہا اللہ اس کی دھمکیوں کو خاطر میں بھی نہ لائیں، البتہ انہوں نے احتیاط کے طور پر یزید بن عبدالملک کو عبدالرحمٰن کی دھمکیوں کے حوالے سے شکایت پہنچادی۔ یزید بن عبدالملک نے عبدالرحمٰن کی اس حرکت کا سخت برا منایا اور اس نے عبدالرحمٰن کو حاکم مدینہ کے عہدے سے معزول کرنے کے ساتھ اسے سخت سزا بھی دی۔

اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ماں کی فکرمندی کی یہ نہایت خوبصورت اور پراثر مثال ہے، جو اپنے طرز پر شاید منفرد ہو۔

۱۹ ام محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ کی بیٹے کو نصیحت

محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں، جو قبول اسلام سے قبل یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد ام محمد القرظی رحمہا اللہ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت دینی بنیادوں پر کی تھی۔ چونکہ وہ خود بھی نہایت صالح، متقی اور عبادت گزار خاتون تھیں اس لیے بیٹے کو بھی وقتاً فوقتاً تقویٰ اختیار کرنے اور جادۂ مستقیم پر گامزن رہنے کی تلقین و نصیحت کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ان کی صالح تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ ان کے بیٹے محمد القرظی رحمہ اللہ نے ساری زندگی پاکبازی، للّٰہیت اور تقویٰ شعاری سے گزاری۔ محمد القرظی رحمہ اللہ اپنی زندگی میں صالحیت کی طرف مائل رہے۔ موت کے

بعد کی زندگی کے واقعات ونتائج ہر وقت ان کے ذہن میں رہتے تھے۔ چنانچہ آپ تقریباً ہمہ وقت اذکار مسنونہ کے ساتھ ساتھ استغفار کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب محمد القرظی رحمہ اللہ حسب سابق ذکر واذکار اور استغفار میں مشغول تھے، تو آپ پر رقت قلب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس وقت ان کی والدہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ رہی تھیں۔ چنانچہ ام محمد القرظی رحمہا اللہ نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا:

"بیٹے محمد! میں تمہاری پاکباز زندگی سے واقف ہوں، اس لیے تم پر بہت خوش ہوں۔ اگر تمہاری گزشتہ زندگی سے واقف نہ ہوتی تو میں تمہاری شب و روز کی اس گریہ وزاری، رقت قلب اور توبہ استغفار سے یہی نتیجہ اخذ کرتی کہ تم سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، جس کی بناء پر تمہاری یہ حالت ہوگئی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تمہیں توفیق الٰہی سے نیک تعلیم وتربیت دی ہے اور میں نے تمہیں بچپن سے لیکر اب تک پاکباز وعفیف اور صالح پایا ہے۔" اپنی نیک ماں کی زبان سے یہ مبارک کلمات سن کر محمد القرظی رحمہ اللہ اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: "اے مادر محترم! اللہ کا شکر اور اس کا احسان عظیم ہے کہ آپ کے مشاہدات درست ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ گناہوں اور خطاؤں سے (ماسوائے انبیاء علیہم السلام کے) دیگر تمام انسان مبرا نہیں ہیں۔ میری اس ہر وقت کی توبہ واستغفار کا باعث بھی یہی احساس ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ گناہوں سے بچے رہنے کی کوشش کے باوجود ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوگئی ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اکثر اوقات اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے!"

بیٹے کے ان صالح اور تقویٰ کے حامل خیالات پر ماں نے نہایت خوشی کا اظہار بھی کیا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا۔

۲۰ جب امام بخاری رحمہ اللہ کی والدہ کی دعا قبول ہوئی!

رات آدھی سے بھی زیادہ گزر چکی ہے۔ وسط ایشیا کی ریاست ترکستان کے مشہور شہر بخارا میں

رات کا سناٹا چہار جانب طاری ہے۔ایک خاتون اپنے گھر کے اندر ایک کمرے میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر مصلے پر پورے خشوع و خضوع سے نوافل ادا کر رہی ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔اسی حالت میں وہ چند نوافل ادا کرتی ہیں اور دوزانو ہو کر مصلے پر بیٹھ جاتی ہیں۔اب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زیر لب کچھ پڑھ رہی ہیں، شاید اذکار مسنونہ میں مشغول ہیں۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ رب العالمین کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیتی ہیں۔آنسوان کی آنکھوں سے مسلسل جاری ہیں۔وہ گڑگڑاتے ہوئے یوں دعا مانگ رہی ہیں:

''الٰہ العالمین! تو جانتا ہے کہ محمد کی پیدائش سے قبل ہی میری تمنا یہ رہی ہے کہ بیٹے کو دین کا عالم بناؤں گی تاکہ وہ تیرے دین کی خدمت کا فرض سرانجام دے سکے۔لیکن تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا بیٹا پیدائش کے کچھ عرصہ بعد اپنے نور بصارت سے محروم ہو چکا ہے۔اگرچہ مشیت الٰہی ہی یہی تھی لیکن فطری جذبہ امومت کے تحت مجھے بیٹے کے نابینا ہونے کا شدید صدمہ ہوا ہے۔

اے مالک ارض وسمٰوات! زندگی اور موت اور صحت و مرض سب پر تیرا اختیار ہے۔تو ہی ان پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔اس لیے میں نے تیرے آگے ہی اپنی جبین نیاز کو جھکایا ہے اور تجھی سے بیٹے کی بینائی کو لوٹانے کی دست بستہ اس امید کے ساتھ درخواست پیش کر رہی ہوں کہ یقیناً تو مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹائے گا۔ بیٹے کو عالم دین بنانے کا میرا ارادہ تو تب بھی تھا جب وہ نابینا ہو چکا تھا لیکن اے ہر قسم کی نذر و نیاز کے لائق ذات والا صفات! بیٹے کی بینائی دوبارہ ملنے پر میں اسے نہ صرف تیرے دین کا عالم بناؤں گی بلکہ اسے تیرے دین کے لیے ہمہ وقت وقف کر دوں گی، ان شاء اللہ!''

اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعائیں مانگ کر وہ خاتون سو گئیں۔قریب ہی ان کا بیٹا بھی گہری نیند سویا ہوا تھا۔اس خاتون نے اللہ کے حضور عجز و نیاز کا دامن پورے اخلاص، للّٰہیت اور جذبہ دینداری سے سرشار ہو کر پھیلایا تھا، ان کی دعائیں اللہ کے اذن سے رنگ لائے بغیر نہ رہ سکیں اور بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پا گئیں۔ یہ عظیم خاتون امام المحدثین، جامع الصحیح / صحیح بخاری کے عظیم المرتبت مرتب

ومصنف ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی مادر گرامی تھیں (یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان کے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم جو خود بہت بڑے عالم دین تھے اور ان کا شمار امام مالک رحمہ اللہ کے قابل فخر شاگردوں میں ہوتا تھا، وہ اس وقت وفات پا چکے تھے)۔ امام بخاری کا اصل نام محمد بن اسماعیل اور ابو عبداللہ کنیت تھی جبکہ وہ ''امام بخاری'' کے نام سے ہی مشہور ہوئے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اس رات خواب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی والدہ کو ایک صالح شخص نظر آئے، جنہوں نے انہیں ان کے بیٹے کی بینائی کے ٹھیک ہو جانے کی خوش خبری دی، جبکہ بعض راویوں نے یہ لکھا ہے کہ انہیں خواب میں جناب ابراہیم علیہ السلام دکھائی دیئے، جنہوں نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے نیک نہاد خاتون! خوش ہو جاؤ کہ تمہاری دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں شرف قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔'' بہر حال یہ امر یقینی ہے کہ انہیں اللہ کے اذن سے کوئی صالح شخص خواب میں نظر آئے، جنہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ کو یہ خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ وہ ہڑبڑا کر بیدار ہو گئیں اور بیٹے کے چہرے پر غور کیا تو یہ دیکھ کر ان کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کے بیٹے کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ فوراً باوضو ہو کر دوبارہ مصلے پر اللہ رب العزت کی جناب میں سجدہ شکر بجا لائیں (بعض روایات کے مطابق رات کو خواب دیکھنے کے بعد جب وہ نماز فجر کے لیے بیدار ہوئیں تو بیٹے کے جاگنے پر دیکھا کہ ان کا نور بصارت لوٹ آیا تھا)۔

بیٹے کی بصارت کی بحالی کی خوشی تو تھی ہی، انہیں اس وقت زیادہ خوشی اس بات سے ہو رہی تھی کہ اب میرا بیٹا دین کا علم سیکھے گا اور پھر لوگوں کی دینی رہنمائی کرے گا، ان شاء اللہ! فی الواقع ایسا ہی ہوا اور ان کے بیٹے امام بخاری رحمہ اللہ دین کے اتنے بڑے عالم دین بنے کہ انہیں علم حدیث کا سب سے بڑا امام تسلیم کیا گیا، آج بھی ان کی یہ علمی ہیئت برقرار ہے اور تا قیامت ان کی یہ سعادت باقی رہے گی، ان شاء اللہ! جیسا کہ ہم پہلے بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ احادیث کی مستند ترین کتاب موسوم بہ جامع الصحیح جو ''صحیح بخاری'' کے نام سے مشہور ہوئی (اور جو ''اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابُ اللّٰہِ'' یعنی

قرآن حکیم کے بعد دین کی صحیح ترین کتاب کا مقام حاصل کر چکی ہے)، اللہ تعالیٰ کے فضل سے امام بخاری رحمہ اللہ کا وہ شاندار کارنامہ اور بہت بڑی دینی خدمت ہے جس پر امت مسلمہ تا قیامت ان پر ناز کرتی رہے گی، ملت اسلامیہ پر اس احسان سے امام بخاری رحمہ اللہ مسلمانوں کی تاریخ میں فخر سے یاد کیے جاتے رہیں گے، رحمہ اللہ تعالیٰ!

۲۱ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی والدہ کا بیٹے کو درس تلقین و نصیحت

سفیان ثوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ رات کے وقت آسمان کی طرف دیکھا تو میں نے محسوس کیا کہ گویا میرے جسم سے دل نکل گیا ہے۔ اس احساس نے مجھے بڑا پریشان کر دیا۔ چنانچہ اسی عالم میں میں نے اس واقعہ کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو انہوں نے مجھے یوں نصیحت فرمائی: "بیٹے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم نے آسمان کو عبرت اور جذبہ فکر مندی کے تحت نہیں دیکھا بلکہ تمہاری غرض محض تفریح حاصل کرنا تھی۔" مادر گرامی سے یہ نصیحت سن کر سفیان ثوری رحمہ اللہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور وہ بعد میں کبھی کبھی اس کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔

ام سفیان ثوری رحمہا اللہ کو اپنی معاشی تنگدستی کے باوجود بیٹے کو تعلیم و تربیت دلانے کی بڑی فکر تھی۔ وہ اکثر بیٹے کو حصول علم کی ترغیب، علم کا ذوق و شوق دلانے اور علم کے ذریعے سے اخلاق و کردار کو بلند کرنے کے لیے تلقین و نصیحت کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے اسی سلسلہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ سے فرمایا: "اے میرے بیٹے! تمہارا کام صرف حصول علم ہے، میں چرخہ کات کر بھی تمہارے اخراجات و ضروریات پوری کرتی رہوں گی (اس لیے تمہیں اس سلسلہ میں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے)۔"

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر انہوں نے نہایت دردمندی سے بیٹے کو یوں درس نصیحت دیا: "اے میرے بیٹے! جب تم دس حرف سیکھ چکو تو پھر دیکھو کہ اس کے بعد تمہارا عمل اس کے مطابق بھی

ہے یا نہیں اور اس سے تمہارے وقار، عزت، چال ڈھال اور حلم و بردباری میں کوئی اضافہ بھی ہوا یا نہیں؟ خوب جان لو کہ اگر کچھ علم حاصل کرنے کے بعد تمہارا عمل اس سے مختلف ہوا اور تمہارے اخلاق و کردار میں بھی کوئی تبدیلی نہ آئی ہو تو پھر گویا اس علم سے تم کوئی استفادہ اور نفع حاصل نہ کر سکے۔"

کیسا پر مغز اور حکمت بھرا سبق ہے جو ماں اپنے بیٹے کو دے رہی ہے۔ کاش! آج کی ہر مسلمان ماں کے سامنے یہی نقوش و خطوط رہیں، تاکہ دنیا اسلام کے شیریں پیغام سے لطف اندوز ہو اور فی الواقع انسانیت کا بول بالا ہو جائے۔ تاریخ میں جتنے بھی اسمائے رجال نظر آئے ہیں، اللہ کے فضل سے ان کے مقام و مرتبہ اور عزت و شرف کے پس پردہ دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ ان کے والدین بالخصوص ان کی ماؤں نے بھی انہیں اس مقام پر پہنچانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

۲۲ "میں اب تمہیں اپنا بیٹا کہنا اپنی توہین سمجھتی ہوں"

غرناطہ (اندلس) کے آخری حکمران ابو عبداللہ محمد یازدھم کی والدہ ملکہ عائشہ نہایت صالح، غیرت مند، دور اندیش اور پر عزم خاتون تھیں۔ ابو عبداللہ محمد نے امور مملکت سرانجام دیتے ہوئے عیسائیوں کے معاملے میں دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کی کوتاہ اندیشی کے باعث عیسائی رعایا کو کھلی چھٹی مل رہی اور وہ اس عظیم مسلم سلطنت کے خلاف ہر نوع کی سازشیں کرتے رہے۔ اس کی عیسائیوں کے بارے میں کمزور پالیسیوں کا نتیجہ یہی سامنے آیا کہ (غرناطہ) اندلس کی یہ عظیم مسلم سلطنت سن ۸۹۷ ہجری میں مسلمانوں کے ہاتھ سے چھن گئی۔ اس موقع پر ابو عبداللہ محمد کا شرمناک کردار یوں سامنے آیا کہ اس نے بغیر کسی بڑی مزاحمت کے غرناطہ کی حکومت عیسائیوں کے حوالے کر دی۔ ملکہ عائشہ کو اپنے بیٹے کی ملکی پالیسیوں کے بارے میں بخوبی پتہ تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً نہ صرف ابو عبداللہ محمد کو عیسائیوں کی متوقع اور غیر متوقع سازشوں سے آگاہ کر کے جھنجھوڑتی رہتی تھیں بلکہ اسے عیسائیوں کے خلاف سخت پالیسیوں کو اپنانے پر بھی زور دیتی رہتی تھیں۔ نیز حکمت عملی سے عیسائیوں

کے خلاف اسے آمادہ جہاد بھی کرتی رہتی تھیں۔ لیکن ابوعبداللہ محمد بزدل ہونے کے ساتھ دینی غیرت کے حوالے سے سخت سست بھی واقع ہوا تھا۔ اس نے اپنی صاحب کردار اور بلند مرتبت والدہ کی ان تنبیہات ونصائح پر بالکل کان نہ دھرے، یوں اس کی روایتی سستی سے عیسائی اندر ہی اندر نہایت تیزی سے اپنا کام کرتے اور مسلم مملکت کے خلاف سازشوں میں مصروف عمل رہے۔ نتیجتاً ابوعبداللہ محمد کو حکمرانی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ جب سن ۸۹۷ ہجری میں عیسائیوں کے ہاتھوں اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے حکومت عیسائیوں کے حوالے کر دی اور اسے آہ وزاری کرتے ہوئے اپنے محل سے رخصت ہونا پڑا تو ملکہ عائشہ جو اپنے دل میں دینی وملی غیرت کے جذبات سموئے ہوئے تھی، نے بیٹے کو یوں لعن طعن کی:

''محمد! تو پست فطرت اور ذلیل واقع ہوا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ تو بالکل اس قابل نہیں ہے کہ تیرا تعلق عربوں کی شریف ومعزز نسل سے ہو۔ مجھے افسوس ہے اور اس بات پر شرم بھی آتی ہے کہ میرے ذریعے سے تمہیں عربوں کی عظیم قوم کا فرد ہونے کی عزت ملی۔ میں اب اس میں اپنی توہین سمجھتی ہوں کہ تمہیں اپنا بیٹا کہوں۔ تم فی الحقیقت ایک بے غیرت شخص ہو۔ تو نے اپنی حکومت چھنتے ہوئے اب آہ وزاری کی ہے جو کوئی اچھی حرکت نہیں! اگر آہ وزاری اور افسوس کرنا ہے تو پھر اپنے وطن عزیز کے لیے کر جسے تو جری مردوں کی طرح دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے نہیں بچا سکا۔ اے بے حیا اور بزدل انسان! عورتوں کی طرح خوب رو اور رو اویلا کر کہ اب تو اس کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہے!''

۲۳ ایک ماں کا مثالی شیوۂ صبر ورضا

شاہ فارس وعراق ابوالفوارس زید (وفات: سن ۳۷۲ ہجری) کی ایک صاحبزادی منفوسہ خاتون کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ وہ نہایت درجہ صابرہ خاتون تھیں۔ شیوہ تسلیم ورضا اور صبر واستقامت ہی ان کی زندگی کا روشن ترین باب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے بچوں سے نوازا لیکن کوئی بھی بچہ

لمبی زندگی نہ پاسکا۔ مشیت ایزدی ہی یہی تھی، سو ہر بچہ چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔ روایت کے مطابق ہر دفعہ جب ان کا بچہ فوت ہو جاتا تو وہ اسے اپنی گود میں لے کر بیٹھ جاتیں اور یہ کہتیں:

''اللہ کی قسم! تمہارا آگے جانا (یعنی فوت ہو جانا) میرے لیے اس سے بہر حال بہتر ہے کہ تو میرے پیچھے جاتا (یعنی بڑا ہو کر میری نافرمانی کرتا)۔ میں تیری جدائی پر صبر ہی کروں گی، جو رونے پیٹنے سے بہتر ہے۔ تیری یہ حسرت ناک جدائی یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے بہترین اجر کا مستحق بنائے گی، ان شاء اللہ!'' یہ کہہ کر جوش سے اس زمانے کے مشہور عرب شاعر عمرو بن معدی کرب کا ایک شعر، جس کا ترجمہ درج ذیل ہے، پڑھنے لگتیں:

''ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے فوت ہو جانے والے عزیزوں پر روتے پیٹتے نہیں، چاہے لاحق ہونے والا صدمہ کمر توڑنے والا ہی کیوں نہ ہو۔''

ہر بچے کی وفات پر منفوسہ خاتون کے صبر و رضا کا یہی حال رہا اور وہ اسی شیوہ صبر و رضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچے کی تجہیز و تکفین کر کے کچھ دیر بعد دوبارہ اذکار مسنونہ میں مصروف ہو جاتیں۔

یہ ایک ماں کے شیوۂ صبر و رضا کی نہایت اعلیٰ مثال ہے، جو زمانہ حال کی مسلم ماؤں کے لیے بہترین درس نصیحت رکھتی ہے۔ یہ سبق قابل عمل بھی ہے اور باعث نجات بھی، نیز خود ان کی ذات کے لیے بھی ہے اور اسے اپنی اولاد تک منتقل کرنے کے لیے بھی۔

۲۴ بیٹی کو رخصتی کے وقت ایک عرب ماں کی نصیحتیں

عالم عرب کے علاقے کندہ (یمن) کے حکمران عمرو بن حجر الکندی کو وہاں کے ایک دین دار شخص عوف بن مسلم شیبانی کی بیٹی ام ایاس کی خوبیوں اور اس کے دینی معیار کا پتہ چلا تو اس نے ام ایاس کے والد عوف بن مسلم شیبانی الکندی کی برادری کی عصام نامی ایک عورت کے ذریعے سے اس کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کا متمنی ہوں۔ اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنی بیٹی کی

شادی میرے ساتھ کر دیں۔ ام ایاس کے والد نے کچھ سوچ بچار کے بعد اس کے پیغام نکاح کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا۔ نکاح کے بعد جب رخصتی کا وقت آیا تو ام ایاس کی والدہ امامہ بنت حارث نے بیٹی سے تنہائی میں کچھ گفتگو کی۔ گفتگو کے دوران میں اس نے بیٹی کے مستقبل کے بہتر انجام کے لیے اسے جو نصیحتیں کیں وہ نہ صرف دینی و دنیاوی اعتبار سے بہت بہتر ہیں بلکہ ان میں عربی ادب کی چاشنی اور لذت بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ امامہ بنت حارث نے اپنی بیٹی ام ایاس کو کس قدر عمدہ نصیحتوں کے ذریعے سے اپنے گھر سے اس کے سسرال کو رخصت کیا۔

چنانچہ جب رخصتی کے وقت دلہن کو پالکی میں بٹھا کر خاوند کے گھر کو لے جانے کا مرحلہ آیا تو امامہ نے بیٹی کو مخاطب کر کے کہا:

''بیٹی! پہلے تو جس ماحول میں رہ رہی تھی، وہ اب تجھ سے چھوٹ گیا ہے اور تو اس ماحول سے نکل کر دوسری جگہ جا رہی ہے۔ تیرا وہ نشیمن بھی تجھ سے دور ہو گیا جہاں تو پروان چڑھی، جہاں عقلمند کو تو سہارا اور تقویت حاصل تھی ہی، اگر تجھ سے کوئی غفلت سرزد ہو جاتی تھی تو بھی تمہیں ایک مقام حاصل تھا۔ اگر کوئی عورت شوہر سے محض اس بناء پر بے نیاز ہوتی کہ اس کے ماں باپ بھی شدید ضرورت کے باوجود ایک دوسرے سے بے نیازی برتتے تھے تو میں بھی تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز نظر آتی۔ یا اگر عورت اپنے والدین کی دولت مندی اور ان کی والہانہ محبت کی وجہ سے بے نیاز ہوتی، تب بھی سب سے زیادہ میں اپنے شوہر سے بے نیاز و لاپرواہ ہوتی مگر تم دیکھتی رہی ہو کہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن فی الحقیقت جس طرح عورتوں کو مردوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے اسی طرح مرد عورتوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

اب تیرا رخ ایک مانوس ماحول و وطن سے ایسے نشیمن کی طرف ہے جس کے ماحول سے تو آشنا نہیں ہے۔ وہاں تجھے ایک ایسا ہم نشیں شخص ملے گا جو تیری طبیعت اور مزاج کو پہلے سے جانتا نہیں ہے۔ آج سے تیری گردن اور تیرا تمام بدن اس کے زیر نگیں ہو چکا ہے یعنی اب اسے تم پر برتری

حاصل ہے۔ اس لیے تو وہاں اس کی کنیز (خدمت گار) بن کر رہ، نتیجتاً وہ بھی تیرا تابعدار غلام بن جائے گا۔ اگر کسی کے اعلیٰ نسب اور زیادہ عقل کی وجہ سے نصیحت چھوڑ دی جاتی تو میں ضرور اسے چھوڑ دیتی اور تجھے ہرگز نہ کرتی، لیکن اصل بات یہ ہے کہ نصیحت عقلمند کے لیے یاددہانی جبکہ بے سمجھ و کم عقل مند کو بطور تنبیہہ کی جاتی ہے۔ اسی لیے میں تمہیں یہ نصیحتیں کر رہی ہوں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے میں تجھے دس ایسی اچھی عادتیں بتاتی ہوں جنہیں اپنانا تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ وہاں تیرے بہت کام آئیں گی:

۱ وہاں تمہاری پہلی صفت یہ ہونی چاہیے کہ قناعت پسندی اور سادگی کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کے لیے انکسار سے کام لینا کیونکہ قناعت سے دل کو راحت ملتی ہے۔

۲ اس کی ایک ایک بات کو توجہ سے سننا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہر حال میں خیال رکھنا، اس سے تمہارا شوہر خوش رہے گا۔

۳ شوہر کی نگاہ کا بھی خیال رکھنا تا کہ جب وہ تجھے دیکھے تو اس کی طبیعت بدمزہ نہ ہو۔ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی بات بھی سرزد نہ ہونے دینا۔

۴ اس کی پسندیدہ خوشبو کا بھی اہتمام رکھنا، تیرے بدن سے اسے کوئی ایسی مہک نہ آنے پائے جو اسے ناپسند و ناگوار ہو۔ تمہارا خاوند تمہیں صاف ستھری اور خوشبودار حالت میں ہی دیکھے۔ تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خوشبو اگر موجود نہ ہو تو پھر پانی سب سے زیادہ خوشبودار چیز ہے۔ اس لیے اس سے نہاؤ اور اپنے شوہر کے لیے سنگھار کرو۔ نیز خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے تیرے پاس سرمہ موجود ہے، یہ بھی بہترین چیز ہے۔ جب وہ غمزدہ ہو جائے تو اس کے سامنے بالکل کسی خوشی و راحت کا اظہار نہ کرنا۔ ایسے مواقع پر اس کی دلجوئی ضروری ہے۔ اسی طرح اگر وہ خوش خوش نظر آئے تو اس موقع پر کوئی رنج و غم والی بات ہرگز نہ کرنا کہ اس کی ساری خوشی کافور ہو جائے۔

۵ شوہر کے سونے اور اٹھنے کے اوقات کا بھی خیال رکھنا، کیونکہ قلت نیند سے شدید غصہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۶ اس کے کھانے پینے کے اوقات اور کھانے پینے میں پسند وناپسند کو ملحوظ رکھنا بھی تمہارے فرائض میں شامل ہے کیونکہ تادیر بھوک سے قوت برداشت ختم ہونے لگتی ہے، جس کا نتیجہ غصے کی آگ کی صورت میں نکلتا ہے اور یہ آگ بعض اوقات طرفین کو بھسم کر ڈالتی ہے۔

۷ بیٹی! تم پر اپنے شوہر کے مال کی حفاظت فرض ہے، اس لیے اچھی طرح سمجھ لو کہ مال کی بہترین نگہداشت حسن انتظام سے ہی ممکن ہے۔

۸ تمہیں اپنے شوہر کے اہل وعیال اور ان کے مرتبے کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا، ورنہ بصورت دیگر تم طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ گی۔ اس لیے شوہر کے اہل وعیال کی حفاظت تمہیں حسن تدبیر سے کرنا ہوگی۔

۹ اپنے شوہر کی فرمانبرداری تم پر فرض بھی ہے اور تمہارے لیے ناگزیر بھی۔ اس لیے اس کی کبھی بھی حکم عدولی نہ کرنا۔ اگر تم نے اس کے سامنے حکم عدولی اور بغاوت کا رویہ اختیار کیا تو پھر اس کا سینہ غصہ سے بھڑک اٹھے گا۔

۱۰ تمہارے راز تمہارے شوہر کے راز ہیں اور تمہارے شوہر کے راز تمہارے راز ہیں، اس لیے اس کے کسی بھی راز کو کسی فرد (مرد یا عورت) پر بالکل ظاہر نہ کرنا۔ ان کے علاوہ تجھے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تمام چیزیں تو اپنے شوہر سے اس وقت تک حاصل نہ کر سکو گی جب تک تو اپنے پسندیدہ یا ناپسندیدہ تمام معاملات کو اپنے شوہر کی خواہشات اور رضامندی کے ماتحت نہ کر دو گی۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے معاملات کو بہتر کرے اور تمہیں اپنی رحمت سے نوازے، آمین!"

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کے ہاں پہنچی اور اس نے وہاں اپنی والدہ کی

نصیحتوں پر بھرپور انداز میں عمل کیا تو اس کے نتیجے میں اسے اپنے شوہر کا اعتماد بھی مل گیا اور اس سے محبت اور عزت بھی پائی۔

اللہ اکبر! کیسی اچھی، ایمان افروز اور پر حکمت نصیحتیں ہیں جو اس ماں نے اپنی بیٹی کو رخصتی کے موقع پر کیں۔

۲۵ ایک ہم عصر ماں کی اپنی بیٹی کو رخصتی سے قبل نصیحتیں

عالم عرب کی ایک ماں نے اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر رخصت کرتے ہوئے درج ذیل پند و نصائح کیں:

''اے میری بیٹی، میری لخت جگر! اب تیرے قدم ایک ایسی نئی زندگی کی طرف اٹھ رہے ہیں، جہاں تیرے ماں باپ اور بہن بھائی نہیں ہوں گے۔ اب تو ایک ایسے شخص کی ہم سفر اور شریک زندگی بننے جا رہی ہے جو اپنی ذات کے علاوہ اور کسی کو بھی چاہے تیرے نہایت عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، تمہارے معاملے میں حصہ دار دیکھنا برداشت نہیں کرے گا نیز خواہ ان سے تمہارا خونی رشتہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔

اے میری نہایت پیاری بیٹی! سسرال میں جا کر اپنے شوہر سے اس طرح برتاؤ رکھنا کہ جیسے تو ہی اس کی زندگی کی ساری پونجی اور سرمایہ ہے۔ تم دونوں کے لیے سعادت کی بات یہ ہے کہ تمہارے رویہ سے اسے یہ محسوس تک بھی نہ ہو کہ تو اب اپنے اہل و عیال اور خاندان سے کٹ گئی ہے، کیونکہ وہ خود ہی یہ بات جانتا ہے۔ تم دونوں کے درمیان فرق صرف مرد اور عورت کی ذات کا ہے۔ عورت کی فطرت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کا رجحان و میلان ہمیشہ اپنے خاندان کی طرف ہوتا ہے۔ اس کا دل اسی گھر میں اٹکا رہتا ہے جہاں اس کی پیدائش ہوئی، وہ پلی بڑھی اور پروان چڑھ کر جوان ہوئی۔ اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ بہر حال اسے شادی کے بعد خود کو نئی زندگی کے سانچے میں ڈھالنا

ہے۔ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی زندگی کو جوڑنا اور پرلطف بنانا ہے جو اس کا شوہر بھی ہے اور اس کا نگران بھی، اس کے ہونے والے بچوں کا باپ بھی ہے اور اس کے لیے تمام مال ومتاع، کل کائنات اور نئی دنیا کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

اے میری عزیز جہاں! یہی تمہارا حال اور مستقبل ہے کہ اب ایک نئے اور مشترکہ خاندان کی تعمیر میں تم میاں بیوی دونوں شریک ہو۔ تیرے ماں باپ اور بہن بھائی اب عہد رفتہ کی علامت بن چکے! لیکن یہ بھی نہیں کہ تو ان کو بھلا دے، بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اب تیرا اصل گھر وہی ہے جہاں تو جا رہی ہے۔ تیرے ماں باپ اور بہن بھائی تجھے نہیں بھلا سکتے! ایک ماں اپنے دل کے ٹکڑے کو کیسے بھلا سکتی ہے! سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ تو اپنے شوہر سے دلی محبت کرنا، اس لیے کہ تمہاری زندگی اب اس کے دوش بہ دوش گزرے گی۔"

سچی بات تو یہ ہے کہ عربی ادب کا دامن حکمت ودانش کے موتیوں سے بھرا پڑا ہے۔ مذکورہ بالا نصائح بھی عربی ادب ہی کا حصہ ہیں، جو اردو کے قالب میں ڈھل گئے ہیں۔ حکمت ودانش اور عقل و فراست پر کسی کا بھی قبضہ نہیں۔ ہر شخص ان سے استفادہ کر سکتا ہے اگر وہ ان سے مستفید ہونا چاہے۔ یہ بات اب نہایت ضروری اور ناگزیر ہو گئی ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو دین کی روشنی میں پند ونصائح اور عقل وفہم کے نادر وموثر واقعات ومشاہدات کے ذریعے سے تعلیم وتربیت دیں، تاکہ وہ فتنوں اور مصیبتوں بھرے اس ماحول میں اپنے کردار کو درست رکھ سکیں اس لیے کہ اسلام ہی سب سے بہتر تربیت اور ادب سکھاتا ہے، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی! (آمین)

۲۶ احمد شاہ ابدالی کی مجاہد صفت ماں کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

اماں زرغونہ مشہور افغان حکمران احمد شاہ ابدالی کی والدہ محترمہ تھیں۔ وہ بڑی دیندار اور جی دار خاتون تھیں۔ دل میں اسلام کے لیے بہت محبت اور درد رکھتی تھیں۔ جب ہندوستان میں مرہٹوں نے